شمعِ محفل

حفیظ خان

گزشتہ شوال کے ابتدائی دنوں کی ایک شام دارِ بنی ہاشم میں ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت کے دفتر میں موجود مجھ سمیت کسی بھی شخص کے گمان میں نہ تھا کہ اُن کے درمیان فرش پر دوزانو بیٹھا کھلکھلاتا ہوا ایک سادہ پوش مگر وجیہہ و دانا نوجوان پھر کبھی اُن کے ہمراہ یوں کسی محفل میں شریک نہیں ہو سکے گا۔ اِس روشن اور مسکراتی آنکھوں والے نوجوان کا نام ذوالکفل بخاری تھا۔ پس منظر اِس احوال کا یوں ہے کہ آج سے بائیس تیئس برس قبل جب ذوالفقار علی بھٹی نے نایاب کمپیوٹر گرافکس کے نام سے ملتان کے احمد آرکیڈ میں کمپیوٹر کمپوزنگ کی طرح ڈالی تو ہم چاروں دوستوں یعنی کفیل بخاری، جاوید اختر بھٹی، ذوالفقار علی بھٹی اور اِس خاکسار کو مل بیٹھنے کا ٹھکانہ میسر آ گیا۔ اُن دنوں کفیل بخاری کا نقیبِ ختم نبوت جاوید اختر بھٹی کا انشعاب اور اِس خاکسار کا TheCompetitor نایاب ہی سے کمپوز ہوا کرتے تھے۔ پھر جوں جوں ''ہر بولہوس نے عاشقی شعار کی'' اور کمپیوٹر کمپوزنگ ذوالفقار بھٹی جیسے وضع دار لوگوں کے ''آستانوں'' سے نکل کر مارکیٹیوں کے ہاں ٹکے دھڑی ہونے لگی تو نایاب کا دفتر تو اُجڑا سو اُجڑا، ہم چاروں کی محفلیں بھی اُجڑ گئیں۔ یہ اُن صحبتوں کی تاثیر تھی یا دوریوں کا ملال کہ گزشتہ عیدالفطر پر میں نے محترم جاوید بھٹی سے ہم چاروں کے پھر کہیں مل بیٹھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ محترم کفیل شاہ صاحب تک بات پہنچی تو اُنھوں نے دارِ بنی ہاشم ہی میں مدعو کر لیا۔ یوں پھر سے ہم چاروں ایک ہی چھت تلے اکٹھے ہو گئے۔

ہمارے درمیان ابھی دوریوں کے احوال کا سلسلہ شروع ہونے ہی پایا تھا کہ تین نوجوانوں نے اپنی غیر متوقع آمد سے نہ صرف محفل پر ''خوش کلامی'' کا ہلہ بول دیا بلکہ اپنی فکری توانائیوں کے محض ڈھکے چھپے اظہار سے ہم چاروں کو دیوار سے لگنے پر مجبور کر دیا۔ یہ تینوں نوجوان ذوالکفل بخاری، حافظ صفوان محمد اور شعیب ودود تھے۔ شعیب ودود تو ہم ایسے بزرگوں کے سامنے غالباً احتراماً خاموش رہا۔ مگر ذوالکفل مرحوم نے ''شمعِ محفل'' خود ہی اُٹھا کر اپنے سامنے دھر دی کہ مبادا کوئی لے اُڑے۔ اور پھر جب سلسلۂ تکلم شروع ہوا تو وقت گزرنے کا احساس ہی نہ رہا۔ میں خانوادۂ امیر شریعت کے اِس روشن چراغ کی قادرالکلامی پر حیرت زدہ نہ تھا کہ ''قدرتِ اظہار'' تو اِن کے لہو کی گردش میں شامل رہی ہے، میں جس بات پر انگشت بدنداں تھا وہ اُن کی بذلہ سنجی، علمیت کے تنوع، افکار کی ہمہ گیری اور زمین کے اندر اُتر جانے والی عاجزی سے عبارت تھی۔ ذوالکفل مرحوم نے اپنی گفتگو سے کچھ اِس قسم کا سماں باندھا کہ ہم میں سے ہر شخص اُس کے لفظوں کی تاثیر میں ڈوبتا چلا گیا۔ میں اُس نوجوان کو پوری توجہ سے سننے پر مجبور تھا کہ جسے چند برس پہلے تک محض اپنے دوست کفیل صاحب کا برادرِ خورد ہی سمجھتا رہا تھا، اِس سے زیادہ کچھ نہیں۔

اِسی مجلس میں حافظ صفوان محمد اور ذوالکفل بخاری کا ایک اور کارنامہ میرے سامنے آیا؛ یعنی بول چال کی بنیاد پر

ترتیب دی گئی ذولسانی (اردو-انگریزی) لغت کی تالیف۔ میں نے بے اختیار اپنے ساتھ بیٹھے حافظ صفوان سے کہا: ''آپ دونوں نے میرے یقین کو بنیاد فراہم کردی ہے کہ ہماری نئی نسل ہم سے زیادہ سنجیدہ، بالغ نظر اور فکری لحاظ سے ارفع درجات کی حامل ہے، جس کے ہاں کام کرنے کا جذبہ فراواں اور بلا کسی غیر ضروری چرچے کے ہے۔'' میرے رشک اور کلمۂ تحسین کا سبب محض ایک ذولسانی لغت کی تالیف ہی نہ تھا بلکہ اِن نوجوانوں کی اُن جہات تک رسائی تھی کہ جن کو احاطۂ تحقیق میں لاکر corpus سازی کو پہلی بار ایک مخصوص عمر اور درجے (ثانوی) کے طالب علموں کے واسطے اردو انگریزی لغت نویسی کی بنیاد کے طور پر برتا گیا تھا۔ محفل میں اِس لغت کا تذکرہ ہوا تو محترم کفیل بخاری مجھے ذوالکفل بخاری اور حافظ صفوان کے دیگر علمی اور تحقیقی پراجیکٹس کے بارے میں بتانے لگے۔ مگر ادب کے ایک طالبِ علم اور لغت نویسی کے شائق ہونے کے سبب میں اِس لغت کے سحر سے باہر ہی نہ نکل سکا۔ میری ورق گردانی کے دوران حافظ صفوان اور ذوالکفل مرحوم مجھے اُن چیدہ چیدہ الفاظ کی موجودگی کا حوالہ دینے لگے کہ جو ابھی ابھی اردو زبان کی بول چال میں متعارف ہونا شروع ہی ہوئے تھے مگر اُنھیں اِس کرنٹ لغت میں محفوظ کرلیا گیا تھا۔ میرے لیے حیرت کا ایک اور سبب ذوالکفل مرحوم اور حافظ صفوان محمد کی عاجزی تھی کیونکہ تمام تر توصیفی کلمات کے باوجود اُنھوں نے چہرے کے کسی رنگ یا آنکھوں کی روشنی سے محسوس ہی نہیں ہونے دیا کہ اپنے اِس علمی کارنامے پر اُنھیں کس قدر نازاں ہونا چاہیے۔

مجلس برخاست ہونے لگی تو ہوتے ہوتے ہی ہوئی کیونکہ ذوالکفل بخاری دارِ بنی ہاشم کے صدر دروازے تک سلسلۂ تکلم جاری رکھے ہوئے تھے۔ باتوں کے موتی تھے یا کھلتے ہوئے شگوفے، کچھ یاد نہیں۔ ہاں اِتنا یاد ہے کہ خوشبو تھی، جو مشامِ جاں کو معطر کیے جارہی تھی، رنگ تھے جو دید کو خیرہ کرنے کی بجائے دیدہ وری کی جانب کھینچا کیے جارہے تھے۔ ذوالفقار بھٹی کی گاڑی میں بیٹھتے ہوئے ذوالکفل مرحوم نے میرے قریب آ کر احتراماً جیپ کا دروازہ بند کرتے ہوئے ہولے سے کچھ کہا مگر میں نہیں سن پایا۔ دارِ بنی ہاشم سے باہر آتے ہوئے میں نے ذوالفقار بھٹی سے کہا کہ آج تو ذوالکفل کا ایک نیا روپ میرے سامنے آیا ہے۔ کیا کوئی شخص اپنے عالمِ شباب میں بھی علمیت اور تدبر کے ساتھ ساتھ خوش مزاجی اور عاجزی کے اِس درجے پر فائز ہوسکتا ہے۔ وہ پہلے تو ایسا نہ تھا۔ ذوالفقار بھٹی مسکرا دیے اور بولے: ''وہ بچپن ہی سے ایسا ہے، تم اُسے زیادہ ملے جو نہیں۔''

''لیکن اب ملاقات ہوتی رہے گی''......

''کیسے ہوگی......وہ تو اگلے چند دنوں میں سعودیہ جارہا ہے، کافی عرصے کے لیے۔''......بھٹی گویا ہوا۔

''مگر کیوں''......میں نے حیرت سے پوچھا۔

''یار تمھیں بتا تو رہا تھا، جیپ کا دروازہ بند کرتے ہوئے''......

اوہ......اچھا تو ذوالکفل مجھ سے یہ بات کہہ رہا تھا۔ مگر اُس وقت مجھ پر عدیم ہاشمی مرحوم کے اِس شعر کے معنی یوں نہ کھلے تھے کہ

بہت نزدیک آتے جا رہے ہو
بچھڑنے کا ارادہ کرلیا کیا؟

(۱۹/جنوری ۲۰۱۰ء)